''علی پور کا ایلی'' کی دوطباعتوں میں اختلافِ متن
(ایک تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر روبینہ رفیق*

Abstract:
This research article deals with a comparative study of two different editions of an Urdu Novel Ali Pur K Aeili written by Mumtaz Mufti critics believe that Mufti has never revised his texts in different editions of his creative works. This study shows be did so, the reasons to change the text are different. He changed the text in Ali Pur Ka Aieli due to some psychological, social, political, and literary reasons. These changes have been detected and their reasons have also been determined.

''اس نے کبھی لکھ کر کاٹا نہیں کیونکہ اس کا خیال ہے اس سے بات کا فطری پن مجروح ہوتا ہے۔ بات وہ نہیں رہتی جو اسے ہونا چاہیے''۔(۱)

ممتاز مفتی کی تحریروں کے بارے میں ادبی حلقوں میں موجود یہ وہ عمومی تأثر ہے جو میرے خیال میں درست نہیں ہے۔ میرے اس نقطہ نظر کی وضاحت ان کی بعض تحریروں خاص طور پر ''علی پور کا ایلی'' کے تحقیقی مطالعہ سے ہو جاتی ہے۔ جس کے پہلے اور تیسرے (اور بعد کے تمام) ایڈیشنز کے تقابلی مطالعہ نے ثابت کیا ہے کہ مفتی اپنی تحریروں کو نظر ثانی کی کسوٹی سے گزارتے تھے کہ جو فنکار اپنے تخلیقی سفر میں مسلسل ارتقاء کی منزلیں طے کرتا ہے وہ اپنے پچھلے سفر پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالتا ہے۔

''علی پور کا ایلی'' کی اشاعت پہلی مرتبہ ۱۹۶۱ء میں ہوئی۔ یہ کتاب بقول ممتاز مفتی کے ''ایک روئیداد'' (۲) تھی لیکن ادبی حلقوں میں اس کی پذیرائی ایک ناول کے طور پر کی گئی کیونکہ اس کے موضوعاتی اور تکنیکی ناول سے گہری مماثلت رکھتے تھے اس لیے اسے ''تلاش ذات کی ناول'' (۳) بھی کہا گیا اور ''ناولوں کا گرنتھ صاحب'' (۴) بھی۔

اس کے پہلے ایڈیشن کے پسِ منظر میں ایک کہانی بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ دوستوں کے کہنے پر

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

''یہ ایڈیشن افراتفری میں چھپا، یہ افراتفری آدم جی ادبی انعام سے متعلق تھی''(۵)

لیکن اس کتاب کو آدم جی ادبی ایوارڈ نہ مل سکا اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس انعام کا نہ ملنا مفتی جیسے بے نیاز آدمی کے لیے بھی شدید صدمے کے مترادف تھا جس کا اظہار طبع ثانی کے سرورق، فلیپ اور پیش لفظ میں آدم جی ادبی ایوارڈ کے نہ ملنے کو اس کی نمایاں خصوصیت قرار دینے کی تکرار سے ہوتا ہے۔

''علی پور کا ایلی'' کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔اس ایڈیشن میں بھی اس کی افسانوی حیثیت سے پردہ اُٹھانے کی کوئی واضح کوشش نظر نہیں آتی لیکن اس وقت تک ادبی حلقوں میں ایک سوال مسلسل گونج پیدا کر رہا تھا کہ کیا ''ایلی کی سرگزشت''، ممتاز مفتی کی سرگزشت ہے؟

اس کی ایک وجہ تو مفتی اور ایلی کی زندگی، شکل و شباہت اور کردار کی مماثل خصوصیات ہیں پھر نقوش ۱۹۶۴ء کے آپ بیتی نمبر میں ممتاز مفتی کے آپ بیتی نما مضمون نے اس شک میں یقین کے رنگ بھی شامل کر دیئے تھے۔اس کے علاوہ مفتی کا اسلوب حیات اور سچ کہنے کی صلاحیت نے بھی اس یقین کو مزید پختہ کیا۔

یوں اس سوال کی تکرار اور معنی خیزی کے محسوس کرتے ہوئے مفتی نے خود ہی مختلف مقامات پر اس کا اعتراف کرلیا کہ ''ایلی'' دراصل ''مفتی'' ہی ہے۔

''یہ ناول میں نے سوچ کر لکھا کہ ابھی تک اُردو میں کسی نے بغیر کسی آئیڈلزم اور بغیر کسی لاگ لپٹ کے اپنی ذات کو بیان نہیں کیا ہے میں نے یہ کیا تھا کہ میرے اندر جو گندی سے گندی بات تھی اسے باہر لے آیا اور اپنی ذات کو برہنہ کر دیا''(۶) لہٰذہ تیسری اشاعت ۱۹۹۱ء میں مفتی نے یہ اعتراف شامل کتاب کرلیا کہ ''یہ کتاب میری آپ بیتی کا پہلا حصہ ہے''۔پہلے مجھ میں اتنی جرات نہ تھی کہ اپنی خامیوں، کجیوں اور بے راہ رویوں کو اپنا تا اس لئے میں نے اسے روئیداد کا نام دے دیا''(۷)

اس اعتراف کے ساتھ ہی طبع سوم میں انہوں نے بے شمار ترامیم کیں جن میں سے کچھ تو اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بیشتر محذوفات کی اس کے علاوہ آخری صفحات میں ایک طویل فہرست بھی دی ہے۔جس میں کرداروں اور مقامات کے اصلی نام گنوائے ہیں۔

اس کتاب کے پہلے دونوں ایڈیشنز چونکہ اس اندرونی خوف کے آزار سے آزاد تھے جو آپ بیتی شائع کرنے کے ضمن میں وجود کے اندر کہیں موجود ہوتا ہے اور آپ بیتی بھی ایسی جس میں اپنی، اپنے قریبی رشتہ داروں اور احباب کی خامیوں اور کجیوں کا برملا اظہار ہو اس لیے ان ایڈیشنز میں واقعات یا اشخاص کے بیان کا ایک بے ساختہ،

بے باک اور بے دھڑک انداز ملتا ہے لیکن خودنوشت کے اعتراف کے ساتھ ہی اس بے ساختہ، بے باک اور بے دھڑک انداز میں ایک محتاط آدمی کا رویہ شامل ہوجاتا ہے اگرچہ وہ لاکھ کہیں

''ادب میں جتنی خودنوشتیں تھیں، سب دھلی دھلائی کلف لگی استری شدہ تھیں، کوئی لکھنے والا اپنی کمیوں، کجیوں اور کم رویوں کی بات نہیں کرتا تھا۔ میں نے سچی باتیں لکھنے کا تہیہ کیا اور ''علی پور کا ایلی'' وجود میں آئی۔(۸)

پہلے اور دوسرے ایڈیشن کے حوالے سے اس بات کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں اور بلاشبہ طبع سوم میں بھی سچی اور کھری باتیں ہیں لیکن یہاں کسی حد تک ''دھلائی'' اور ''استری کرنے'' کی کوششیں نظر نہیں آتیں اگرچہ کلف لگانے کی نوبت نہیں آئی اور یہ کوششیں پہلے اور تیسرے (بعد کے تمام) ایڈیشنز کے مابین ۲۰۰۰ سے زائد مقامات پر متن، زبان و بیان اور فنی طریق کار میں فرق کی شکل میں موجود ہیں۔

مذکورہ تبدیلیاں تین دائروں میں پھیلتی اور سمٹتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک دائرہ سماجی اخلاقیات کے دباؤ یا احساساتی سطح پر نقطہ نظر کی تبدیلی کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ دوسرا دائرہ قیاسی طور پر آدم جی ادبی ایوارڈ کے موقع پر بعض افراد کی طرف سے زبان و بیان پر کیے گئے اعتراضات کے باعث تشکیل پاتا ہے اور تیسرا دائرہ فنی تعمیر و تشکیل اور طریق کار پر نظر ثانی کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

ممکن ہے کہ پہلے ایڈیشن کے حوالے سے مذکورہ افراتفری کے باعث مصنف کو نظر ثانی کا موقع نہ مل سکا ہو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں اس افراتفری کا ذکر تو ہے لیکن نظر ثانی کے نتیجے میں کسی قسم کی ترمیم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جبکہ تیسری اشاعت کے موقع پر آپ بیتی کے اعتراف کے ساتھ ہی بے شمار ترامیم اور تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ یہ بات بہرحال اپنی جگہ معنی خیز ہے۔

تخلیقی شدت اپنے حقیقت پسندانہ اظہار کے لیے جتنے بھی انوکھے پیرائے دریافت کر لے۔ طے شدہ اور عائد کردہ اُصول وضوابط سے انحراف کی جتنی بھی جرات کرے سماج کا طاقتور شکنجہ اس ''بے راہ رو'' کو اپنے متعین کردہ دائرے میں لے ہی آتا ہے۔

اس کی گواہی نام نہاد سماجی اخلاقیات کا بلند آہنگ انکار کرنے والی ممتاز مفتی جیسے تخلیق کار کے یہاں بھی مل جاتی ہے۔ جس نے پہلی مرتبہ اپنی خودنوشت میں خود ملامتی یا خود ستائشی کے مبالغے کی بجائے حقیقی اور فطری انداز میں اپنی کمزوریوں اور کم رویوں کا بلا جھجک اظہار کیا ہے۔ لیکن بعد میں ''غلیظ پوتڑے چوک میں بیٹھ کر دھونے''(۹) کا عمل محترم رشتوں کے حوالے سے ناروا محسوس ہوا یا پھر احباب کے احتجاج اور سماجی اخلاقی دباؤ کے باعث تیسرے

ایڈیشن میں ان رشتوں اور ناتوں سے متعلق منہ زور بے باکی کے حامل واقعات و بیانات کو یا تو سرے سے حذف کر دیا یا پھر ان میں لفظی تبدیلی کی ہے، اس کے ساتھ ہی ان کے اس بیان کا آخری حصہ عملی تضاد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کہ

''میں نے سوچا ایک سچی خودنوشت پیش کروں اخلاق اور تہذیب سے بے نیاز''(۱۰)

کیونکہ اخلاق اور تہذیب سے ''نیاز مندی'' کے عملی ثبوت علی احمد (والد) شہزاد (بیوی) ہاجرہ (والدہ) اور سادی کے کرداروں کے حوالے سے تیسرے ایڈیشن میں موجود ہیں اور سب سے زیادہ علی احمد کے کردار کے حوالے سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

''فادر ہوسٹیلیٹی کے شکار''(۱۱) مفتی نے پہلی اشاعت میں تو یہ طبل جنگ بڑے پُرشور آہنگ میں بجایا اور اپنے والد کے عمومی اور جنسی رویوں کا اظہار تلخ پیرائے میں کیا۔ لیکن بعد میں امکانی طور پر خاندان کے احتجاج یا والد کے ساتھ اپنے طرزِ عمل کے نازیبائی کے احساس (والد صاحب سے میں نے زندگی بھر اچھا سلوک نہ کیا)۔(۱۲) کی بیداری کے باعث انہوں نے پیرائیہ اظہار میں محتاط رویہ ہی اختیار نہیں کیا بلکہ بہت سے ایسے بیانات بھی حذف کر دیے جن میں علی احمد کے ساتھ ایلی کے مخاصمانہ رویے کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ''ننھا تو اس کے نزدیک بالکل ناقابل التفات تھا نوکرانی کا بچہ جس سے علی احمد کے کمرے کی بُو آتی تھی''(ص۹۴)

''ایلی کا جی چاہتا کا چلا چلا کر کہے کہ حضور جب آپ نئی عورت لے آتے ہیں اور جب سارہ صبورہ کو آواز دیتے ہیں تو اس وقت بھی بزرگوں سے مشورہ کر لیا کیجئے اور اسلامی نقطہ نظر کا خیال رکھ لیا کیجئے گا لیکن اس وقت علی احمد عوام کے لیڈر بنے ہوئے تھے''(ص۴۵۸)

ان محذوفات کے علاوہ شرمندگی کا احساس والد کی فضیلت کے احساس میں ڈھل کر بعض مواقع پر ایسی ترامیم کا باعث بھی بنا ہے جو ان کے لاشعور میں موجود احساسِ جرم کی غمازی کرتی ہیں۔

پہلا ایڈیشن	تیسرا ایڈیشن
اللہ کرے علی احمد روشن لال کی تجویز مان لیں (ص۲۴۲)	اللہ کرے ابّا روشن لال کی تجویز مان لیں (ص۲۰۳)
کاش تم والد کی رضامندی کی شرط نہ لگاتیں (ص۸۵۸)	کاش تم والد صاحب کی رضامندی کی شرط نہ لگاتیں (ص۷۳۹)

اس کے علاوہ علی احمد کے عمومی رویوں کے ان بدصورت پہلوؤں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے جس سے ان کی شخصیت کا تأثر بے حد مجروح ہوتا ہے۔ اولاد کے بارے میں علی احمد کا نقطۂ نظر جس قدر کراہت انگیز تھا اسے حذف کر دیا کہ پھر اس کراہت کا ہدف علی احمد کی ذات بھی بنتی تھی اور علی احمد بہر حال ایلی (مفتی) کے والد بھی تھے اور دوسروں کی نظر میں ان کا شخصی طور پر کوتاہ قامت ہونا قابلِ برداشت نہیں ہوتا۔

''وہ اکثر جوش میں کہا کرتے تو ایلی تو میرے پیشاب کے ایک قطرے سے بنا ہے یہ سن کر ایلی کو غصہ آ جاتا لیکن غصے کے باوجود اسے اپنے آپ سے پیشاب کی بُو آنے لگتی'' (ص ۳۹۶)

صفیہ کی موت پر علی احمد کے بے ہوش ہونے کا واقعہ بھی حذف کر دیا ہے (ص ۶۴)

کہ اس طرح وہ علی احمد جو اپنے گھر کے بونوں کی گلیور کی حیثیت رکھتا تھا پھر خود ایک کمزور بونے میں تبدیل ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ علی احمد کے شب و روز کے معمولات کے پسِ منظر میں کارفرما وہ عوامل اور واقعات و تجربات بھی حذف کر دیے ہیں جن کے باعث ان کی شخصیت کے بنیادی عناصر بچہ ٹین کا سپاہی اور جنگجو سورما (۱۳) تشکیل پاتے ہیں۔

مثال کے طور پر پہلے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۲۶، ۱۲۷ور ۱۱۷، ۱۱۸ پر بیان کردہ علی احمد اور چاناں کے باہمی تعلق سے متعلق ساری باتیں اور واقعات تیسرے ایڈیشن میں سے حذف کر دیے ہیں اس طرح ایک طرف تو چاناں کا کردار مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے (لیکن آخر میں دی گئی فہرست میں چاناں کا نام موجود ہے) دوسری طرف علی احمد کی کردار کے تشکیلی عناصر میں سے بچہ اور ٹین کے سپاہی کے عناصر کا معنوی سیاق و سباق نظروں سے اوجھل ہو کر ابہام کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں ایلی کی ذہنی اور جذباتی قربت سب سے زیادہ ہاجرہ، شہزادا اور سادی سے ہے ان کرداروں کے حوالے سے ناشائستہ بیانات اور تبصروں کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کے منفی پہلوؤں کو بھی قلم زد کر دیا۔

مثال کے طور پر ہاجرہ (والدہ) ایک صابر و خدمت گزار اور راضی بہ رضا عورت کے روپ میں نظر آتی ہے۔ لیکن پہلے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۱۲۶ پر درج شدہ واقعات و بیانات میں اس کا طرزِ عمل ان ''قدسی'' اوصاف کے برعکس ہے اس کی ایلی کو ددھیالی رشتہ داروں سے متنفر کرنے کی کوشش یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ بھی عام عورتوں کی طرح ظلم سہنے اور خود رحمی کا شکار ہونے کے باوجود مختلف انتقامی حربوں سے حاصل شدہ وقتی فتح کی سفلی خوشی (Mean Pleasure) سے سرشار ہونے کی کوشش کرتی ہے تیسرے ایڈیشن میں ان باتوں کا حذف کرنا ایک اور سمت بھی

اشارہ کرتا ہے کہ والد کی طرح والدہ کے کردار کے مجموعی تأثر میں بھی تضحیک کا عنصر پیدا نہ ہو اور یہ بھی کہ ہاجرہ کا جو امیج کا تأثر مفتی کے لکھے گئے والدہ کے خاکے ''باندی'' میں بنا ہے اس میں دراڑیں نہ پڑیں، یہ مفتی کی شعوری کوشش یوں بھی محسوس ہوتی ہے کہ علی احمد کی تیسری بیوی اور ایلی کی سوتیلی والدہ شمیم بھی اس نوعیت کے بے ضرر انتقامی حربوں سے خود کو افسردہ سی تسلی دینے کی کوشش کرتی ہے، لیکن مفتی نے ان واقعات کو جوں کا توں برقرار رکھا ہے۔

اسی طرح سادی جس کی محبت ''علی پور کا ایلی'' کے تخلیقی محرکات میں سے ایک ہے۔

''ایلی کا کہنا ہے کہ یہ کتاب ہی نہیں بلکہ ایک خط ہے جو اس نے سادی اور عالی کے نام لکھا ہے بری الذمہ ہونے کے لیے نہیں بلکہ اعترافِ جرم کے لیے'' (۱۳)

اس تعلق میں حرام کی دلآویز آمیزش ہمیشہ شامل رہی، اسی لیے سادی سے متعلق جمال کی زبانی کہے گئے یہ غیر مہذب الفاظ کارج کردیے۔

''اچھا وہ قہقہہ مار کر ہنسا تو آم مل جائیں گے کیا کھانے کو' یار ایسے قلمی آم ہیں کہ تمہیں کیا بتاؤں۔'' (ص ۵۵۲)

شہزاد سے مفتی کا تعلق کثیر الجہتی ہے وہ اس کا عشق ہے اس کی بیوی اور عکسی کی ماں ہے یہ سارے حوالے احترام کے ہیں لیکن عکسی کی ماں کا حوالہ سب سے زیادہ توانا اور محترم ہے۔ اس لیے مفتی نے شہزاد کے کردار اور زندگی سے متعلق بیشتر مقامات پر کڑوا سچ بولنے کے باوجود بعض مقامات پر اس کی شخصیت کے چند گوشوں کو نفیس پردوں میں لانے کی کوشش کی ہے (ص ۷۲۴) اور بعض مقامات پر لہجے کی درشتگی اور بیان کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح کے بیانات حذف کر دیے ہیں اگرچہ ان جملوں کے خارج کر دینے سے ذہنی و جذباتی کیفیات کی اظہار کا بے ساختہ پن مجروح ہوا۔

۱ ''اگر وہ اس کا فیصلہ کرتا تو اسے تسلیم کرنا پڑتا کہ دونوں میں سے ایک کے ساتھ کا تعلق حوس پر مبنی تھا۔'' (ص ۷۶۳)

۲ ''اس کا جی چاہتا تھا کہ چلا کر کہے تمہیں شرم نہیں آتی ذلیل فاحشہ۔۔۔۔۔'' (ص ۹۳۰)

سماجی اخلاقی دباؤ کے علاوہ ایک خاص قسم کی سیاسی فضا کا جبر اور ایک ٹھیکیدارانہ مزاج کے حامل طبقے کا رویّہ بھی ''علی پور کا ایلی'' کے تخلیقی رویوں میں احتیاط کا رنگ شامل کرتا ہے۔ ''علی پور کا ایلی'' کے تیسرے ایڈیشن کا پیش لفظ ۱۹۸۴ء کا تحریر کردہ ہے۔ یعنی متن پر نظر ثانی کا زمانہ بھی اس کے آس پاس کا ہے اور عزت نفس کو کچل دینے

والیاس تعزیری سیاسی فضا میں مفتی جیسے بے دھڑک فنکار کا اس طرح کے تأثرات کو حذف کرنا یا تبدیل کرنا بڑا معنی خیز ہے۔

۱ ''اسے قطعی طور پر علم نہ تھا کہ عید کی نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے جنازے کی نماز میں پڑھتے ہوئے تو وہ کئی بار رکوع میں چلا جاتا تھا۔'' (ص۸۵۶)

۲ ''اسلام کے لیے اس کے دل میں کوئی جذبہ نہ تھا۔'' (ص۱۱۶۰)

۳ ''آیا رام دین سا مسلمان تھا یا محمد علی جناح سا'' (ص۱۱۶۴)

افراد اور مذہب کے علاوہ خاص علاقائی پسِ منظر کے مزاج کے متعلق عمومی بے لاگ مگر دلآزاری کا سبب بننے والی آراء کو بھی حذف کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر لاہور سے متعلق اس طرح کے تبصروں کو قلم زد کر دیا ہے۔

۱۔ ''پھر وہ شہر جہاں لوگ یوں دیوانہ وار دوڑ رہے تھے جیسے پاگل خانے سے چھوٹ کر آئے ہوں توبہ ہے۔'' (ص۱۴۶)

۲۔ ''جہاں لوگ اندھوں کی طرح اپنی ہی لاٹھی میں کھوئے رہتے ہیں۔'' (ص۱۴۹)

ایلی کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے جن مالی مصائب کا ذکر ''بدحالی'' (۱۵) کے ذیلی عنوان کے تحت کیا گیا ہے ان سے خودرحمی کی کیفیت ہویدا تھی اور اعلیٰ فن پارے میں اس نوع کے رقت انگیز پہلو اس کی عظمت پر دھبہ بنتے ہیں لیکن دوسری طرف خودرحمی کا شکار کردار کی شخصیت اور نفسی تفہیم میں بھی مدد ملتی ہے۔ آپ بیتی کا اعتراف کرنے کے بعد مفتی نے ان واقعات کو خارج کر دیا ہے۔ ان واقعات کو خارج کرنے سے سوانحی ناول کا جذباتی پہلو تو متوازن رہا ہے لیکن ایلی کی شخصیت اس کی کمزور جہت کا ذکر حذف کرنے سے اس کی مکمل نفسیاتی تفہیم میں رکاوٹ بھی پیدا ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ مفتی ایلی کے بارے میں وہ جملے اور واقعات بھی تبدیل یا حذف کیے ہیں جو اس کی عزتِ نفس یا انا پر ضرب لگاتے تھے یا پھر اس کو غیر مہذب ثابت کرتے تھے۔ مثلاً

☆ پہلا ایڈیشن ☆	☆ تیسرا ایڈیشن ☆
کئی ایک دن اس کی شخصیت کے سحر سے محسوور رہا (ص۱۳۳)	کئی ایک دن اکھڑا اکھڑا رہا (ص۱۱۰)
چھوٹی لڑکیوں میں نہ جانے کیوں وہ بات نہ تھی (ص۱۳۳)	چھوٹی لڑکیوں میں اسے خود کوئی دلچسپی نہ تھی (ص۱۱۱)

ہوں تو اب ہم پر کتے ہیں حضور	ہوں تو بات اب یہاں تک آ پہنچی
(ص ۴۰۹)	(ص ۳۵۳)
بے وقوف وہ غصے میں بھونکنے لگا کیسی بات کہہ دی	لاحول ولاقوۃ وہ غصے میں پھنکارا
(ص ۹۹۰)	(ص ۸۶۳)

عجز کے پیکر مفتی کا یہ رویہ بھی قابل غور ہے۔

''علی پور کا ایلی'' کی تیسری اور اس کے بعد کی اشاعتوں میں کی گئی بیشتر تبدیلیاں زبان و بیان سے متعلق ہیں قیاس اغلب ہے کہ آدم جی ادبی ایوارڈ کے فیصلے کے وقت اس کتاب کا انعام نہ ملنے کی ایک وجہ اس کی زبان و بیان کا اہل زبان کے محاورہ اور روزمرہ کے عین مطابق نہ ہونا بھی تھا اور اس کی نشاندہی اُردو ادب میں ایک چونکا دینے والی تخلیق کا اضافہ کرنے زعم میں سرشار تخلیق کار کیلئے سانحے سے کم نہ تھی اس لیے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس تنقید کو مفتی نے دل پر لے لیا اور پھر زبان اور بیان کے اعتبار سے اس کا جائزہ اتنی باریک بینی سے لیا کہ کم و بیش اس کے ہر صفحے پر اس حوالے سے کوئی نہ کوئی تبدیلی یا ترمیم ضرور کی گئی ہے کہیں روزمرہ اور محاورہ کو درست کیا گیا ہے گرامر کے قواعد و ضوابط کو نبھانے کو کوشش بھی نظر آتی ہیں اس کے علاوہ اضافی الفاظ یا جملے جو عبارت کے حسن اور ادبیت کو مجروح کرتے تھے حذف کر دیئے ہیں غیر ضروری تشریحی انداز کی بجائے ایمائی انداز سے لب و لہجہ زیادہ افسانوی ہو گیا ہے۔ مثلاً

☆ پہلا ایڈیشن ☆	☆ تیسرا ایڈیشن ☆
ایک یہ راز فاش کرتا کہ بابو سمیع کے لڑکے اعظم بیگ کی بیوی کی کس سے آشنائی ہے۔	ایک یہ راز فاش کرتا ہے بابو سمیع کے لڑکے اعظم بیگ کی بیوی کی آنکھیں اتنی متکلم کیوں ہیں؟
(ص ۲۳)	(ص ۲۲)
وہ ایلی کی طرف دیکھ کر اسی خوابیدہ انداز سے کہتا	وہ ایلی کی طرف دیکھ کر اسی محروم انداز سے کہتا
(ص ۱۳۲)	(ص ۱۱۰)

ہم تو صائب الزہین ہیں (۷۹۲)	ہم تو دانش ور ہیں (ص ۶۷۷)
اپنے آپ سے بھی دھوکا کر رہے ہیں (ص ۹۶۷)	خود کو دھوکہ دے رہے ہیں (ص ۸۴۱)

اس طرح لہجے اور زبان کو اکثر مقامات پر درست کرنے کی کوشش نظر آتی ہے اگر چہ ایسا ہر جگہ نہیں ہے لیکن تخلیق کار کے کانشس (Concsious) ہونے کی شہادت ضرور ملتی ہے۔

☆ پہلا ایڈیشن ☆	☆ تیسرا ایڈیشن ☆
عمر بھر کسی کی خدمت گذاری میں صرف کر سکتی تھی۔ (ص ۶۴)	عمر بھر کسی کی خدمت گذاری میں بسر کر سکتی تھی (ص ۵۶)
کتنا بڑا جوان تھا (۸۱)	کتنا بھر پور جوان تھا (ص ۶۸)
کس قدر جوان تھا (ص ۹۳)	کتنا بھر پور جوان تھا (ص ۷۸)
ایلی نے جھرجھری محسوس کی (ص ۱۰۴)	ایلی نے جھرجھری لی (ص ۸۷)
کوشش میں مشغول ہو جاتا (ص ۱۱۶)	کوشش میں لگ جاتا (ص ۹۸)
ایلی کو یقین نہ پڑتا (ص ۲۳۹)	ایلی کو یقین نہ آتا (ص ۲۰۰)
فرحت غصے سے بھر گئی (ص ۹۹۶)	فرحت غصے سے لال ہوگئی (ص ۸۶۷)

یہ تبدیلیاں اِس لحاظ سے تو زبان و بیان کی غلطی میں شمار نہیں کی جانی چاہیے کہ فکشن میں زبان کا اٹوٹ تعلق اس کے Locale سے بھی ہوتا ہے جو جواقعات کا مکانی دائرہ تشکیل دیتا ہے اور کردار اس پس منظر سے اپنا رشتہ استوار اور برقرار رکھتے ہوئے اپنے جذبات و احساسات یا خیالات کا اظہار کرتے ہیں اگر اس مکانی پس منظر یا سیاق وسباق سے ہٹ کر کرداروں کی زبان کو فصیح و تبلیغ بنانے کی کوشش کی جائے تو لب و لہجے کا غیر فطری پن واقعیت کو مجروح کرتا ہے مفتی نے کرداروں کی زبان کی نسبت کیفیات و واقعات کے بیانات (Narration) میں زیادہ تبدیلیاں کی ہیں جن کا تعلق خاص طور پر تخلیق کار کے اندازِ بیان اور قدرت زبان سے تھا۔

اسی لیے عبارت کے حسن، جامعیت روانی اور بے ساختگی کو دو چند کرنے کیلئے بیشتر مقامات پر ضمائر حذف کر

دیئے ہیں۔ ''وہ''، ''اس کا''، ''اسے'' وغیرہ کی تکرار کو ختم کرنے سے ایک طرف تو پیرایہ بیان کی پختگی میں اضافہ ہوا ہے دوسری طرف واقعات کے سیاق وسباق میں طے شدہ باتوں کی وضاحت کا بھدا پن بھی دور ہو گیا اس حسن وپختگی کو برقرار رکھنے کیلئے بیان میں زمانے کی اکائی کی طرف بھی توجہ کی ہے جس سے عبارت اور معنوی اور صوری میں تسلسل پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً

☆ پہلا ایڈیشن ☆	☆ تیسرا ایڈیشن ☆
سر سبز درخت جھولنے لگے خاکستر نیلے لڑھکنے لگے سڑک بھورے فیتے کی طرح چل رہی تھی۔	سر سبز درخت جھوم رہے تھے خاکستری ٹیلے لڑھک رہے تھے سڑک بھورے فیتے کی طرح چل رہی تھی۔
(ص ۱۴۳)	(ص ۱۱۶)

بے معنی اُکا دینے والی جذباتیت اور رومانویت کے مظہر لایعنی جملوں میں ترمیم کر کے زبان کو عام زندگی کی حقیقت پسندانہ فضا سے ہم آہنگ کر دیا ہے اور لب ولہجے کی افسانویت پر بھی اثر نہیں پڑا۔

☆ پہلا ایڈیشن ☆	☆ تیسرا ایڈیشن ☆
چھت کو تکا کرتی	چھت کی طرف دیکھتی تھی
(ص ۶۲)	(ص ۵۴)
نو واردہ کمرے اور باورچی خانے کے درمیان کھو جاتی۔	نوارہ کمرے اوقر باورچی خانے کے درمیان لٹک جاتی
(ص ۸۳)	(ص ۷۰)
وہ خلا کو ارمان بھری نگاہوں سے گھورتا رہتا۔	وہ خلا میں حسرت بھری نگاہوں سے گھورتا رہتا۔
(ص ۱۲۸)	(ص ۱۰۷)

اس وقت اس میں ایک ایسی قسم کی زندگی کروٹ لیتی (ص۷۹۰)	اس وقت اس کی کیفیت یوں ہوتی (ص۶۷۶)

زبان اور بیان سے متعلق ان تمام ترامیم کے باعث ناول کے لسانی ڈھانچہ اور صوری ساخت یادہ دل کش اور جاذب نظر ہوگئی ہے۔

''علی پور کا ایلی'' میں تیسری نوعیت کی تبدیلیاں فنی طریق کار سے متعلق ہیں اور یہ زیادہ تر ناول کے پلاٹ کی خارجی صورت میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً ابواب کی تعداد از سرِ نو متعین کی گئی ہے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں یہ تعداد ۱۷ ہے لیکن تیسرے اور اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں ان کو ۱۹ کر دیا گیا تعداد کی یہ تدیلی متنی اضافے کی بدولت نہیں بلکہ ابواب کی تقسیم میں تبدیلی کے باعث ہے۔

مثلاً تین ابواب (باب نمبر ۵، ۶، ۷) کے متن کو ۵ ابواب میں (باب نمبر ۵، ۶، ۷، ۸، ۹) میں منقسم کر دیا۔ یوں مذکورہ بالا ابواب کی طوالت کو کم کر کے زیادہ جامع بنانے کی سعی نظر آتی ہے اس کے علاوہ مختلف ابواب کے عنوانات بھی تبدیل کر دیئے ہیں مثال کے طور پر باب نمبر ۱ کا عنوان گرد و پیش کی بجائے علی پور کا ایلی۔ باب نمبر ۳ کا عنوان شباب کی بجائے بیداریاں باب نمبر ۴ کا جوانی و یرانی کی بجائے شہزاد باب نمبر ۵ کا گوگل کے بن بجائے سانوری کر دیا ہے اسی طرح باب نمبر ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۷ کے عنوانات بھی تبدیل کر دیئے۔ عنوانات کی یہ تبدیلی رومانیت سے حقیقت کی طرف ایک جست دکھائی دیتی ہے۔

اس کے علاوہ ہر باب میں ذیلی عنوانات قائم کر کے واقعات اور کرداروں کی پیش رفت دکھائی ئی ہے۔ ان ذیلی عنوانات کو یا تو تبدیل کر دیا گیا ہے یا ان کے مندرجات کی جگہ تبدیل کر کے کسی اور عنوان کے تحت کر دیا ہے۔ بعض عنوانات کو مکمل طور پر حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ بعض حصے ناشائستہ ہی نہیں بلکہ غیر ضروری بھی محسوس ہوتے تھے اور ایلی کی زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی لانے یا اثر ڈالنے کا موجب نہیں بنے۔ مثلاً باب نمبر ۷ کا ذیلی عنوان ''ریت میں ناؤ''۔۔۔۔۔ اس طرح کے واقعات ناول کی ضخامت میں تو اضافہ کرتے ہیں لیکن اس کے حسن و معنی میں نہیں اس لیے ایسے واقعات کو خارج کرنے سے ناول کے لاٹ کی خارجی یا باطنی ساخت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

پلاٹ کی تراش خراش سے متعلق یہ تبدیلیاں چونکہ بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ جائزہ لینے کے بعد کی گئی ہیں اس لیے فنی تعمیر و تشکیل کے حوالے سے یہ تبدیلیاں زیادہ معنی خیز اور جامع ہیں۔

لیکن یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ جن داخلی تفصیلات کو نظر ثانی کی ضرورت تھی ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی آپ بیتی کو سوانحی ناول کے فریم میں بیان کرنے کی وجہ سے اصل کرداروں پر فرضیت کا پردہ ڈالا لیکن مختلف مواقع پر ایک ہی کردار کے مختلف نام لکھے اس سے جو کنفیوژن پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مثال کے طور پر پھوپھی زاد بہن رابعہ کے بیٹے کا نام پہلے ساحر اور بعد میں عماد بتایا ہے۔ اس طرح خالہ زاد بہن کلثوم کا نام آغاز میں زبیدہ بیان کیا گیا ہے۔ ساجو اور راجو کی ماں کا نام پہلے لطیفن لکھا بعد میں رحیمن ۔

اسی طرح بیان کی روانی میں بعض کرداروں کے اصل نام بھی لکھ دیئے مثلاً پھوپھا فیروز کا نام ظہور اس کے علاوہ بعض غلط العام الفاظ کی تصحیح سوائے ایک دو مقام کے کہیں اور نہیں کی گئی۔ مثلاً طوائف کا ذکر اس ناول میں بے شمار مقامات پر ہے لیکن ہر جگہ طائفہ ہی لکھا ہے صرف ایک دو جگہوں پر اس کو درست املاء میں لکھا ہے واقعاتی تکرار پر بھی توجہ نہیں دی گئی۔

ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلے (دوسرے) ایڈیشن پر نظر ثانی بے حد باریک بینی سے کی گئی اور کم وبیش تمام امکانی دراڑوں کو بھرنے کی کوشش کی گئی لیکن تیسرے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد اس پر نظر ثانی ہرگز نہیں کی گئی اس لیے کتابت (کمپوزنگ) کی بے شمار غلطیاں اس میں موجود ہیں اور یہ تعداد میں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی بھی ایک طویل فہرست مرتب کی جا سکتی ہے۔ ان کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہے کہ بے شمار مقامات پر پورا پورا جملہ شائع ہونے سے رہ گیا ہے جس سے عبارت میں خلا پیدا ہو گیا ہے اور اس خلا کے باعث لایعنیت اور ابہام ۔۔۔۔ یعنی الفاظ کی کتابت (کمپوزنگ) کی غلطی کے باعث پوری عبارت کا تاثر خراب ہو جاتا ہے یہ غلطی بعض عنوانات میں بڑی نمایاں ہے مثلاً آخری باب کے ذیلی عنوان میں ''مشلمان'' کو ''مشملات'' (۱۶) لکھا گیا ہے اور افسوسناک امر یہ ہے کہ بعد کے تمام ایڈیشنز میں تیسرے ایڈیشن کی ان تمام غلطیوں کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ''علی پور کا ایلی'' کو ایک اور طویل دہدہ ریز نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جاوید چودھری، ''سیدھی لکیر ٹیڑھی لکیر''، مشمولہ اُردو ادب کا مفتی، مرتبہ محمد صدیق راعی، ص ۷۹، مطبوعہ ولی سنز اینڈ کمپنی لاہور، طبع اوّل، ۱۹۹۸ء

۲۔ ممتاز مفتی پیش لفظ ''علی پور کا ایلی''، مطبوعہ داستان گو مال روڈ لاہور، طبع اوّل، ۱۹۶۱ء

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً ایضاً مکتبہ میری لائبریری لاہور، طبع دوم، ۱۹۶۹ء

۵۔ ایضاً ایضاً مکتبہ میری لائبریری لاہور، بع دوم، ۱۹۶۹ء

۶۔ ایضاً ''باتیں ملاقاتیں''، انٹرویوز انتظار حسین، روزنامہ ''مشرق'' لاہور، ۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۶ء

۷۔ ایضاً پیش لفظ ''علی پور کا ایلی''، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، طبع سوم، ۱۹۹۱ء

۸۔ ایضاً کتاب کی بات (الکھ نگری) ص ۱۱، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۲ء

۹۔ ایضاً ''الکھ نگری''، ص ۱۷۲

۱۰۔ ایضاً پیش لفظ ''علی پور کا ایلی''، مطبوعہ الفیصل لاہور، طبع پنجم، ۱۹۹۵ء

۱۱۔ ایضاً ''الکھ نگری''، ص ۷۰۶

۱۲۔ ایضاً ایضاً ص ۷۰۷

۱۳۔ ایضاً ''علی پور کا ایلی''، ص ۲۵

۱۴۔ ایضاً ''پیش لفظ'' ''علی پور کا ایلی''، طبع دوم،

۱۵۔ ایضاً ''علی پور کا ایلی''، ص ۷۰۳ تا ۷۰۵

۱۶۔ ایضاً ایضاً ص ۱۰۴۱